بابافرید الدین مسعود گنج شکرؒ کے تعلیمی افکار کی روشنی میں معاشرتی رواداری کا تصور

BABA FARID-UD-DIN MASOOD GANJ SHAKAR'S TEACHING ABOUT TOLERANCE IN SOCIETY

ڈاکٹر محمد عاصم*

ABSTRACT

The Saints and Sufis are like guides and mentors in the purview of Islamic society; these saints promoted the ideals of peace and harmony, love and brotherhood and social tolerance in the society. Hazrat Baba Farid-ud-Din Masood Ganj Shukar holds a very important position due to his educational thoughts about the concept of social tolerance. Baba Farid in his blessed life adorned the human society with education, offered guidance, and played a key role to promote the concept of social tolerance.

Baba Farid himself was a distinguished scholar and he instructed his followers to pursue their efforts for acquiring knowledge. He used sermons and poetry as a medium of teaching as a method to establish interfaith harmony in the society and set the supreme example of Islamic concept of tolerance for the followers of other religions. The legacy of Baba Farid's educational services and strives for social tolerance were carried forward by his followers while rejecting all sort of discrimination in society. This research paper highlights the concept of social tolerance in the teachings of Baba Farid.

KEYWORDS: Islamic concept of education, tolerance in society, peace, social, brotherhood, interfaith harmony, discrimination

تعارف

اولیائے کرام ومشائخ عظام انسانی معاشرے میں ہادی ورہبر کا کردار ہمیشہ سے ادا کرتے آرہے ہیں۔ برصغیر کے تاریخی پس منظر میں صوفیائے کرام نے معاشرتی اصلاح مرکزمان کر معاشرے میں جہالت کی دبیز چادر کو اتارنے کی کوشش کی، تاکہ نیکی، خلوص، اخوت، امن وآشتی کے اسلامی پیغام سے معاشرے کو منور کیا جاسکے۔ صوفیائے

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ تعلیم اساتذہ، جامعہ کراچی۔ کراچی muhammadasim@uok.edu.pk

کرام کے بے شمار سلسلوں میں سلسلہ چشت نے بھی بر صغیر پاک وہند میں نا صرف ہدایت کے دیپ جلائے ہیں بلکہ سسکتی ہوئی انسانیت کو ہمدردی، محبت، اخوت و معاشرتی رواداری کے جذبوں سے بھی روشناس کرایا تا کہ اسلام کے جذبہ امن، عالمی یگانگت اور بھائی چارے کے تصور کو فروغ دیا جاسکے۔

سلسلہ چشت کے عظیم ورثاء ورہنماؤں میں حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ کی کاوشوں اور سرگرمیوں کی وجہ سے اسلامی تعلیمات کے خدوخال نا صرف انسانی معاشرے پر منکشف ہوئے، بلکہ آپؒ نے معاشرتی رواداری واخوت کے اسلامی تصور کی وضاحت اپنے اقوال و تعلیمی افکار سے کی۔ حضرت بابا فرید الدینؒ نے موجودہ پاکستان میں صوبہ پنجاب کے شہر پاکپتن میں معاشرتی اصلاح ورواداری کے فروغ میں گرانقدر خدمات انجام دیں۔ اس تحقیق کا بنیادی مقصد حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ کے تعلیمی افکار کی روشنی میں اسلامی تصورِ تعلیم، سچائی و انصاف، بین المذاہب ہم آہنگی اور معاشرتی رواداری کے تصور کو جدید معاشرے تک پہنچانا ہے، تاکہ عالمی امن اور معاشرتی رواداری کے تصور کو صوفیانہ طرز عمل کی وضاحت کے ساتھ پیش کیا جاسکے۔

حضرت بابا فرید الدینؒ کا سوانحی خاکہ

حضرت بابا فرید الدینؒ کی پیدائش ۱۱۷۳ء[1] میں کوٹھوال میں ہوئی تھی۔ والد کا نام سلیمان الدین اور والدہ کا نام قرسم خاتون تھا۔ بابا فریدؒ کا شجرہ نسب حضرت عمر فاروقؓ سے جا کر ملتا ہے۔ بابا فرید کی ابتدائی تعلیم کا سلسلہ چار سال کی عمر سے شروع ہوا تھا۔ ”آپ نے ابتدائی تعلیم کوٹھوال کے مکتب سے حاصل کی۔ آپ کے استاد گرامی سید نذیر احمدؒ اپنے وقت کے عالم وفاضل انسان تھے۔ بابا فرید نے گیارہ سال کی عمر میں قاری محمد کی نگرانی میں قرآن کریم حفظ کیا۔"[2] آپؒ اعلیٰ تعلیم کے لیے عازمِ ملتان بھی ہوئے۔ وہیں فارسی و عربی کی ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ "مولانا منہاج الدین سے فقہ کی مشہور کتاب 'نافع' پڑھی اور علوم دینیہ حاصل کئے۔ پھر آپ قندھار تشریف لے گئے وہاں پانچ سال قیام کے دوران تفسیرِ حدیث و فقہ، صرف ونحو، منطق میں اعلیٰ قابلیت حاصل کی۔“[3] ملتان میں حصول علم کے دوسرے قیام کے دوران بابا فریدؒ کی ملاقات حضرت خواجہ قطب بختیار کاکیؒ سے ہوئی۔ اس وقت بابا فریدؒ مشہور کتاب ’نافع‘ کا مطالعہ کر رہے تھے۔ حضرت قطبؒ نے بابا فریدؒ سے اس ملاقات میں فرمایا "اچھا تم کو نافع نفع دے گی۔"[4] بابا فریدؒ نے مزید اعلیٰ تعلیم کے لیے بغداد کے سفر کی صعوبتیں بھی اٹھائیں۔ اس تمام تفصیل سے اس بات کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ بابا فریدؒ نے حصول علم کو تمام دنیاوی امور میں مقدم جانتے ہوئے اس امر کے لیے بھرپور سعی کی تاکہ بعد میں آپؒ کے متعقدین و پیروکار آپؒ کے اس امر کی متابعت کریں۔

بابا فریدؒ حصولِ علم کی خاطر مختلف ممالک جن میں شام، عراق، نیشاپور اور افغانستان شامل ہیں عازمِ سفر ہو کر اپنے متعقدین اور بنی نوع انسانیت کو یہ پیغام دیا کہ "انفرادی و معاشرتی فلاح کا راز صرف علم کے حصول میں ہی پنہاں ہے۔"[5] بابا فریدؒ نے اپنے متعقدین و پیروکاروں کو نہ صرف حصولِ علم کے لیے تاکید کی بلکہ اس امر کے لیے انتہائی زور دیا۔ آپؒ نے علم کو روحانی دولت سے تعبیر کرتے ہوئے فرمایا: "ہر روز نئی دولت کی طلب میں رہ یعنی روحانی دولت۔"[6]

حضرت بابا فرید الدینؒ کی علمی شخصیت کا ادبی پیرائے میں جائزہ

بابا فریدؒ کے ارشادات و خطبات اور شاعری کا کلام بنیادی طور پر تین صورتوں میں ادبی حوالے سے دستیاب ہیں۔

ا۔ معروف خالص کلام و ملفوظات جو تحریری اور زبانی طور پر مستند روایات میں ہیں۔ جس میں ایک صورت بابا فریدؒ کے وہ ملفوظات ہیں جن کو آپ کے مریدین نے مختلف صورتوں میں تالیف کیا تاکہ متاخرین امت بابا فریدؒ کے تعلیمی افکار سے استفادہ حاصل کر سکیں۔ ان ملفوظات و ارشادات میں بابا فریدؒ نے توحید و اخلاص کا تصور، نبی کریم ﷺ کے اسوہ حسنہ کی روشنی میں اعمال کی درستگی، نفس کشی، درویشی کا تصور، فقر و غنا، معاشرتی رواداری کا اسلامی تصور، معاشرتی اونچ نیچ کے تصور کی نفی اور حصول علم کی اہمیت جیسے موضوعات شامل ہیں۔ خواجہ میر حسن سنجری دہلوی نے اپنی کتاب "فوائد الفواد" میں حضرت نظام الدین اولیاءؒ کی ان ملفوظات کی تالیف کے حوالے سے کی جانے والی کوششوں کو اس طرح قلمبند کیا ہے:

"آپ نے خدمت شیخ (بابا فریدؒ) میں پہونچنے سے پہلے ہی دل میں طے کر لیا تھا کہ شیخ کی زبان مبارک سے جو کچھ سنوں گا اُسے لکھ لیا کروں گا۔ چناچہ جو کچھ شیخ سے سنا تھا، جماعت خانے میں واپس آکر وہ کسی کاغذ پر لکھ کر رکھ لیا اور اِسی طرح باقی مجلسوں میں جو کچھ سنتے رہے، متفرق پرچوں پر لکھتے رہے، اور یہ بات شیخ کو بھی بتادی تھی کہ میں آپ کے ملفوظات لکھ رہا ہوں، چند دن کے بعد کسی نے آپ کو سفید کاغذ کی ایک بیاض جلد بندھی بھیجی، آپ نے اِسے ایک غیبی اشارہ سمجھا، اور وہ سب فوائد جو متفرق پرچوں پر لکھتے رہے تھے اُس میں درج کر لیے۔ اس بیاض میں سب سے پہلے آپ نے اپنے قلم سے لکھا: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ پھر ملفوظات شیخ درج کرنا شروع کر دیئے۔ شیخ جب محفل میں کوئی حکایت یا نکتہ بیان کرنے لگتے تو پوچھ لیتے کہ مولانا نظام الدین موجود ہیں؟ اگر حضرت موجود نہ ہوتے تو جب واپس آتے شیخ اُن فوائد کا اعادہ کرتے تھے تاکہ حضرت نظام الدین اپنی بیاض میں لکھ سکیں۔ ہمیں یہ علم ہے کہ یہ مجموعہ ملفوظات ۸ شوال ۸۰۷ھ

تک حضرت نظام الدین کے پاس موجود تھا۔"[7] حضرت نظام الدین اولیاء نے کتاب با عنوان "راحت القلوب۔ ملفوظات بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ" میں ان تمام ملفوظات کو اکٹھا کیا ہے۔ کتاب راحت القلوب میں حضرت نظام الدین اولیاءؒ بابا فریدؒ کا حوالہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "ان کو چاہیے کہ اپنے بھائی بندوں میں اٹھیں بیٹھیں اور ان کی غلطیوں کو دیکھ کر ان کی اصلاح کی کوشش کریں۔ لیکن ان کی پردہ پوشی لازم ہے۔"[8] بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ کے مریدِ خاص اور خلیفہ جناب بدرالدین اسحٰقؒ نے بھی آپؒ کے ارشادات کو براہ راست آپ کی محافلِ روحانی سے سن کر قلمبند کیا ہے۔ اس کتاب کا نام "اسرار الاولیاء۔ملفوظات بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ" ہے۔ اس کتاب میں بابا فریدؒ کے الفاظ معاشرتی اصلاح کے پہلو میں اس طرح درج کیے گئے ہیں۔ "ہم لوگ خدمت اقدس میں حاضر تھے۔ بزرگوں کی خدمت اور پیاسوں کو پانی کو پلانے کے حوالے سے گفتگو ہو رہی تھی۔ شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اے درویش! جس کو سعادت حاصل ہوئی خدمت سے حاصل ہوئی۔"[9] ان ملفوظات میں بارہا بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ نے معاشرتی اصلاح کے لیے تعلیم کے حصول، خدمت خلق اور معاشرتی رواداری کی اہمیت پر اپنے خطبات و ارشادات میں بہت زور دیا ہے۔ بابا فریدؒ کے اقوال کی روشنی میں حصول علم ہی عین تصوف ہے۔ اور درویشی کا صحیح مفہوم حصولِ علم اور اس کی تشریح کو انسانی معاشرے میں عملی کردار و گفتار سے مظاہرہ کرنا ہے۔

۲۔ بابا فریدؒ نے انتہائی اعلیٰ درجے کے شاعری کی اور آپؒ نے اپنی شاعری کو دین اسلام کے آفاقی پیغام کی ترویج و اشاعت کے لیے استعمال کیا تھا۔ بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ کی شاعری عمومی طور پر اللہ کی حقانیت و عشق حقیقی کا تصور، بے ثباتی دنیا، انسانی ہمدردی و معاشرتی رواداری جیسے اہم موضوعات کا احاطہ کرتی ہے۔ بابا فریدؒ کی بلند پایا شاعری کا یہ اہم ثبوت ہے کہ آپ کی شاعری کا کچھ سکھوں کی مقدس کتاب "گرو گرنتھ" میں شامل کیا گیا۔ محمد مسعود خالد اپنی کتاب میں اس حوالے سے رقم طراز ہیں:

"اس طرح بابا نانک نے نئے مذہب کی بنیاد رکھی اور لوگوں کا دل ملانے کے لیے آنے والے بارہ دیگر بھگتوں کا کلام اپنے کتاب میں " آد گرنتھ" میں شامل کیا۔ اور ایک مسلمان ولی اللہ کا کلام بھی اپنی کتاب میں شامل فرمالیا ان تمام بزرگوں کا تعلق بابا نانک کے اپنے زمانے سے بہت پہلے کا ہے۔ بابا نانک نے انہی بزرگوں کا کلام اپنی کتاب میں محفوظ کیا ہے جن کے کلام کے متعلق وہ فرماتے تھے کہ 'تب خدا نے لوگوں کا دل ملانے کے لیے بہت سے فرمان بھیجے۔' ڈاکٹر تاراچند کے بیان کے مطابق بابا گرو نانک نے نئے مذہب کی دعوت دیتے وقت زیادہ تر اسلامی اصطلاحات کا استعمال کی ہیں۔ یوں بھی وہ اسلام بالخصوص وحدانیت کے فلسفے سے بہت متاثر تھے۔ اور آنحضرت ﷺ کو مثالی شخصیت مانتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کی ذات کو نمونہ بنایا ہے نہ کہ کبیر اور نام دیوجی کو۔

سکھ مذہب کے دوسرے گوروانگد دیو جی کی تالیف کردہ بابانانک کی جنم ساکھی (سوانح عمری) کے مطابق 'بابانانک دو دفعہ پاک پتن تشریف لائے۔ اور ان کی ملاقات شیخ ابراہیمؒ سے ہوئی'۔ لیکن اس ملاقات کی تفصیلات کے بارے میں جنم ساکھی خاموش ہے۔

باباگرونانک خود ایک شاعر اور شعر شناس انسان تھے۔ انہوں نے گرنتھ صاحب کی تالیف کے لیے جو کلام اکٹھا کیا اس کی ترتیب و تالیف کا کام پانچویں گرو ارجن دیو جی نے ۱۶۰۴ء میں تکمیل کو پہنچایا۔ جن لوگوں نے جنم ساکھیاں لکھیں وہ بابانانک کے قریبی ساتھی تھے۔ اور جن لوگوں کو ارجن دیو جی نے گرنتھ صاحب کی تالیف کے لیے چناوہ سب اپنے زمانے کے مشہور عالم و محقق تھے۔ جس میں بھائی گرداس، بھائی سنت رام، بھائی ہریا اور بھائی سکھا زیادہ مشہور ہیں۔ ان دانشوروں نے گرنتھ صاحب کی تالیف کا کام بڑی ذمہ داری سے کیا۔ ہر ممکن ماخذ استعمال کیا تاکہ متن کی صحت برقرار رہے اور بانی کے ان مصنفوں کا نام جن کی تصانیف کو گرنتھ صاحب میں شامل کیا جانا تھا بڑی تحقیق سے لکھا۔ اس طرح "شلوک شیخ فرید دے" کے عنوان سے ایک سو تیس اشلوک حضرت بابا فریدؒ کے گرنتھ صاحب میں درج کیے گئے۔ جن میں اٹھارہ اشلوک بابانانک اور دوسرے گوروں صاحبان نے حضرت باباصاحبؒ کے بعض اشلوکوں کے جواب میں درج کیے ہیں۔ اس طرح تاریخ کے ایک معجزے نے باباصاحبؒ کے افکار کو آئندہ نسلوں کی رہنمائی کے لیے محفوظ کر دیا۔"[10]

بابا فریدؒ کی شاعری کے کلام پر مبنی کتابوں میں "دوھے بابا فریدؒ"[11] کو مجلس شاہ حسین نے مرتب کیا اور اسکا انگریزی ترجمہ مقبول الٰہی نے کیا تھا۔ یہ کتاب لاہور سے شائع کی گئی تھی۔ اس کتاب کا اصل سالِ اشاعت موجود نہیں ہے بلکہ اس کتاب کو ۱۹۶۷ء میں لاہور سے شائع کیا گیا ہے۔ اس طرح ایک اور کتاب جس کا عنوان بھی "دوھے بابا فرید جی"[12] بھی موجود ہے اس کو پریمی پرکاشک نے مرتب کیا اور چاند بک ڈپو دہلی سے شائع کیا گیا ہے۔ تیسری کتاب بھی جس کا عنوان بھی "دوھے بابا فرید جی"[13] بھی موجود ہے جس کو ارتھ سہت نے مرتب کیا اور جس کا پنجابی سے اردو میں ترجمہ شوبرت لعل ورمن نے کیا تھا اس کتاب کو امرتسر سے شائع کیا گیا ہے۔ ان تینوں کتب پر کوئی سالِ اشاعت موجود نہیں ہے۔ یہ تینوں کتب اپنے ماخذ کو براہ راست بابا فریدؒ سے منسوب کرتی ہے۔ اس طرح ایک اور کتاب "شلوک شیخ بابا فرید الدین گنج شکر"[14] بھی موجود ہے جس کی ترتیب و تشریح خالد حسین اور پروفیسر سیرا سنگھ نے کی ہے اور اس کتاب کو جموں و کشمیر سے شائع کیا گیا ہے۔ اس کتاب کی جلد پر بھی سالِ اشاعت موجود نہیں ہے۔ اردو کی مشہور ویب سائٹ ریختہ "شلوک شیخ بابا فرید الدین گنج شکر" کو زیادہ پرانی کتاب کے طور پر پیش کرتی ہے۔ درج بالا تمام کتب کا بہت سا کلام مشترک ہے۔ جو ادبی طور پر اس کلام کی تحریری سند ہے کہ یہ شاعری کا کلام

براہ راست بابا فریدؒ کے نام سے منسوب ہے۔ ویب سائٹ ریختہ ان کتب کے حوالے سے تحریر کرتی ہے کہ اس شاعرانہ کلام کا پس منظر اور حقیت دراصل انسانی معاشرے میں محبت اور خلوص اور رواداری کے تصور کو دل نشین انداز میں بیان کرنا ہے۔ کتاب "ترجمان الفرید۔ منظوم ترجمہ"[15] میں خداداد مونس بلاشبہ بابا فریدؒ کو پنجابی زبان کا پہلا شاعر قرار دیتے ہیں۔ خداداد مونس کے نزدیک بابا فریدؒ کے کلام کو لفظی ترجمہ کرنے بجائے بامطلب تخلیقی ترجمہ کرنے کی کوشش کی جائے تاکہ کلام کا حسن برقرار رہے۔ اور لوگوں تک بابا فریدؒ کی تعلیمات پہنچائیں جاسکیں۔

۳۔ وہ ارشادات و شاعرانہ کلام جس کی کوئی تحریری سند دستیاب نہیں ہے بلکہ سینہ بہ سینہ لوک گائیکی وروایات کے ذریعے سے آج لوگوں تک پہنچا ہے۔ یہ ارشادات و شاعری بابا فریدؒ کے نام سے منسوب ہے۔ اس میں سے کچھ کلام معنی و متن میں تبدیلی کی بنیاد پر بھی اپنی علمی افادیت کے حوالے سے بھی کوئی سند نہیں رکھتا ہے۔

بابا فریدؒ کا فلسفہ تعلیم اور معاشرتی اصلاح کا تصور:

حضرت بابا فریدؒ کی مادری زبان اگرچہ پنجابی تھی اور آپؒ کی تعلیم عربی اور فارسی دونوں زبانوں میں ہوئی تھی۔ برصغیر کے پس منظر میں عربی اور فارسی زبانوں کا استعمال علمی و ادبی حلقوں تک ہی محدود تھا۔ عربی اور فارسی زبانوں کے فہم کے بغیر اسلام کے عالمگیر پیغام تک رسائی کا حصول عام آدمی کے لیے اس وقت مشکل تھا۔ اسلام کے آفاقی پیغام کو پہچانے کے لیے حضرت بابا فریدؒ نے پنجابی زبان کا استعمال کیا تھا۔ "پنجابی زبان کو افکار کے اظہار کا ذریعہ بنانے سے حضرت بابا فریدؒ کا مقصد عام عوام کے عقلی جمود کو توڑ کر ان کے شعور میں بیداری، خرد افروزی اور انقلاب برپا کرنا تھا۔"[16] بابا فریدؒ کے اس سادہ طرز عمل نے اسلامی تصورِ امن و بھائی چارے کو برصغیر میں فروغ دینے میں اہم کردار ادا کیا۔ بابا فریدؒ نے عام بولی جانے والی زبان سے مختلف مذاہب کے پیروکاروں کے درمیان "انسانی معاشرت میں گھلی ہوئی نفرت و تحقیر کی زہر ہلاہل کی تلخی ختم کر کے مساوات و محبت و تکریم انسانیت کی شیرینی گھول دی۔ بابا صاحبؒ ساری دنیا کے پیامبر انسانیت تھے۔"[17] بابا فریدؒ نے معاشرے کی اصلاح کے عمل کو تعلیم کے حصول سے منسلک کر کے معاشرے میں تبدیلی کے عمل کا بامعنی آغاز کرنے کی کوشش کی تھی۔ آپؒ معاشرے میں موجود عام افراد کو تصوف اور انسانیت کو خدا سے محبت کے جذبے سے روشناس کروانے کے لیے علم کے حصول کو لازمی قرار دیتے تھے۔ چنانچہ آپ نے ایک جگہ فرمایا "اگر زندگی ہے تو علم ہے۔ اگر راحت ہے تو معرفت میں ہے۔ اگر شوق ہے تو محبت میں ہے۔ اگر ذوق ہے تو ذکر میں ہے۔"[18]

حضرت بابا فریدؒ نے نہ صرف خود حصول علم کے لیے محنت و شاقہ برداشت کیا۔ بلکہ اپنی فطری ذہانت و محنت و لگن

سے حصولِ علم کے عمل کو کسب کمال تک پہنچایا۔ آپؒ نے حصول علم میں کسب کمال حاصل کر کے نہ صرف اپنے دل کے شیشے کو چمکایا بلکہ اس سے معاشرے میں موجود جہالت کے اندھیروں کو بھی علم کی ترویج سے دور کرنے کی کوشش کی۔ بابا فریدؒ نے علم کو زندگی اور حصولِ علم کو ہمیشہ مقدم جانتے تھے۔ آپؒ نے حصولِ علم پر زور دیتے ہوئے بارہا مقامات پر فرمایا۔ "اگر لوگوں کو علم کی قدر و قیمت کا پتہ چل جائے تو سارے کام چھوڑ کر علم کے پیچھے لگ جائیں۔"[19] بابا فریدؒ نے اپنے متعقدین و پیروکاروں کو نہ صرف حصول علم کے لیے تاکید کی بلکہ اس امر کے لیے انتہائی زور دیا۔ آپؒ نے علم کو روحانی دولت سے تعبیر کرتے ہوئے فرمایا: "ہر روز نئی دولت کی طلب میں رہ یعنی روحانی دولت۔ "[20] بابا فریدؒ نے تعلیم کے حصول کو معاشرتی فلاح کا ذریعہ قرار دیا۔ آپؒ نے اسلام کے فکر و تصور کو واضح طور پر سمجھنے کے لیے تعلیم کے حصول پر انتہائی زور دیا تاکہ معاشرے میں موجود عام افراد کی مذہبی، معاشرتی، اخلاقی و روحانی تربیت کی جاسکے اور کُل معاشرے کی اصلاح کا کام بھرپور طریقے سے انجام دیا جاسکے۔ مندرجہ بالا ملفوظاتِ حضرت بابا فریدؒ سے یہ بات واضح طور پر اخذ کی جاسکتی ہے کہ آپؒ نے معاشرتی اور افراد کی انفرادی اصلاح کے لیے جدید ترین نفسیاتی خطوط و طور طریقوں کا استعمال کیا تھا۔ اور آج کے جدید معاشرے کو یہ نکتہ آفرین سمجھانے کی کوشش کی کہ سماجی ترقی، معاشرتی اصلاح، معاشی عروج بین المذاہب ہم آہنگی کا حصول صرف اور صرف افراد کی بہترین تعلیم و تربیت سے ہی ممکن ہے۔ بابا فریدؒ کے افکار کی بنیاد سرکارِ دوعالم محمد ﷺ کے فرمان عالیشان پر ہے۔ جس میں آپ ﷺ نے فرمایا "علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔"[21] بابا فریدؒ کے تعلیمی افکار و خیال کا بنیادی منبع واضح طور پر قرآن و سنت ہے۔ آپؒ نے اپنے عمل و تعلیمی افکار سے اسلام کی انتہائی عمدہ تعلیمات کو بنی نوع انسانیت تک پہنچا کر اعلیٰ ترین خدمات انجام دیں۔ بلکہ اصلاحِ معاشرہ کے لیے افراد کی جدید ترین نفسیاتی طریقوں سے تربیت کا فرض بھی انجام دیا۔ آج کی جدید دنیا میں معاشرتی تصور کے جدید بانیوں جن میں Paulo Freaire, Burtend Russuel, Noam Choskey شامل ہیں۔ ان سب نے جہالت کو انسانی معاشرے میں سب سے بڑا المیہ قرار دیا ہے اور اس کا حل صرف تعلیم کو ہی تجویز کیا ہے۔ لیکن یہ بابا فریدؒ کے تعلیمی افکار کی بلندی ہے کہ آپؒ نے ساڑھے تین سو سال قبل معاشرے کی نہ صرف خرابیوں و بیماریوں کی نشاندہی کی بلکہ ایک جدید معاشرے کے قیام کے لیے اور انسانی معاشرے میں جہالت کے زہر کے خاتمے کے لیے علم کا تریاق تجویز کیا تاکہ انسانی معاشرے کو اصلاح کے ساتھ باہمی عروج پر بھی پہنچایا جاسکے۔ حضرت بابا فریدؒ نے اسلام کے فکر و فلسفہ کے خدوخال کو اپنے عمل سے واضح کرنے کی کوشش کی۔ تاکہ معاشرے میں سچائی و انصاف، امن و آشتی، محبت و بھائی چارے سے اسلام کے آفاقی پیغام کو موثر طریقے سے پہنچایا جاسکے۔

"آپ مریدین کی تربیت میں ید طولیٰ تھے۔ دنیا کی کسی مراد کے آگے سر نہ جھکایا۔ اس کے باوجود لوگوں کے ساتھ اس قدر تواضع اور اخلاق سے پیش آتے تھے کہ خلقت آپ کے حسن سیرت کی گرویدہ تھی۔"[22] "آپ علم کے بارے میں فرماتے ہیں علم خدا کے نزدیک کُل عبادتوں سے افضل ہے۔ مزید آپ فرماتے ہیں کہ اگر لوگوں کو علم کا درجہ معلوم ہوتا تو سب کاموں سے دست بردار ہو کر اس کی تحصیل میں لگ جاتے۔ علم ایک ابر ہے جو رحمت کے سوا کچھ نہیں برساتا۔ جو اس ابر سے حصہ لیتا ہے وہ گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔ مزید بر آں فرماتے ہیں عالم و عارف وہ ہے جو دانائی کے غرور اور اپنے علم کی زیادتی کے زعم کی بنا پر اپنے نفس کو موٹا اور سر کش نہ ہونے دے۔"[23]

"آپ خدا خوفی اور خدا ترسی کی تعلیم دیتے تھے۔ پاکبازی سکھاتے تھے۔ باہمی اتحاد اور جذباتی ہم آہنگی کا درس دیتے تھے۔ عالمگیر اخوت کا پیغام دیتے تھے۔ محبت و رواداری کی تعلیم دیتے تھے۔ معاشرے میں ہر سو مساوات عام کرتے تھے۔ بندگانِ خدا کی خدمت کو اپنی حیات کا نصب العین قرار دیتے تھے۔ حضرت بابا فریدؒ کی ذاتی زندگی "الفقر فخری" کی زندہ تصویر اور نمونہ تھی۔ جو کچھ نذر و نیاز اور آمدنی آتی تھی وہ آپ غرباء و فقراء اور مساکین میں تقسیم فرما دیتے۔"[24] بابا فریدؒ نے بطور مفکرِ تعلیم معاشرے میں موجود افراد کی انفرادی و اجتماعی حیثیت میں اخلاقی، روحانی و معاشرتی بنیادوں پر تربیت کی۔ چنانچہ بابا فریدؒ کا یہ گرانقدر کارنامہ آج کے جدید معاشرے میں بھی بہترین طریقے سے معاشرتی رواداری کے تصور اور اس ضمن میں بہترین مثبت نتائج کے حصول کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ تاکہ عصری حالات میں عالمی امن و بین المذاہب رواداری کے حصول کی کوششوں کو مزید تقویت پہنچائی جا سکے۔

اسلامی فکر و فلسفہ برائے معاشرتی رواداری اور بابا فرید کی عملی تعبیر:

بابا فریدؒ نے اپنی تعلیمات میں اسلامی فکر و فلسفہ کو سمو کر احترام انسانیت کے آفاقی اصولوں کا اعادہ کیا۔ آپؒ نے معاشرتی طور پر قائم اونچ نیچ، طبقاتی تقسیم اور صدیوں پرانی ظالمانہ رسوم و رواج کے خلاف نہ صرف آواز اٹھائی تھی بلکہ مظلوموں کی حمایت کا بھرپور اعلان بھی فرمایا تھا۔ خان آصف خان ایک واقعہ اپنی کتاب اللہ کے سفیر میں اس طرح درج کرتے ہیں:

اجودھن (موجودہ پاکپتن) میں رہائش کے بعد ایک دن حضرت بابا فریدؒ درخت کے نیچے اپنے ساتھیوں اور مریدین سے محو گفتگو تھے۔ ایک ہندو عورت اپنے سر پر دودھ کا برتن رکھے ادھر آنکلی۔ بابا فریدؒ نے رسم درویشی کے مطابق اس عورت سے خیر و عافیت دریافت کی۔ ہندو معاشرتی تقسیم کے مطابق وہ ایک نیچ ذات سے تعلق رکھنے والی عورت تھی جو گوالوں کے خاندان سے تھی۔ اس لیے کوئی بھی اس عورت سے انسانی لہجے میں گفتگو نہیں کرتا تھا۔ آج جب

اس نے بابا فریدؒ سے اس برابری و ہمدردی کا سلوک دیکھا تو اپنے حالات بیان کرنے لگی۔ اس عورت نے بتایا کہ پہلے اس عورت کی زندگی پر سکون تھی۔ مگر اب وہ ایک عجیب و غریب مصیبت کا شکار ہے۔ یہ کہہ کر وہ عورت خوفزدہ ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ بابا فریدؒ نے اس کی کشمکش کو محسوس کرتے ہوئے فرمایا، "تم بے خوف و خطر اپنے دل کی بات کہہ ڈالو ہم لوگ مسلمان ہوتے ہوئے بھی تمہارے غم گسار ہیں۔ ہمارا مذہب دنیا کے ہر مظلوم کی حمایت کرتا ہے۔ حضرت بابا فریدؒ کی شفقت کا مظاہرہ دیکھ کر اس عورت نے بتایا کہ چند جادوگر اس مظلوم عورت سے بلا قیمت دودھ حاصل کرتے ہیں۔ عدم فراہمی پر وہ شراپ (بدعا) دیتے ہیں۔ جس سے دودھ فروخت کے قابل نہیں رہتا ہے اور اس کے گھر بلا نازل ہوتی ہے۔ اس مظلوم عورت نے رو رو کر جادوگروں سے التجاء کی لیکن ان پر اس کا اثر نہیں ہوا اور وہ گاؤں والوں سے قرض لے کر اپنی زندگی کے دن پورے کر رہی ہے۔

بابا فریدؒ نے اس مظلوم عورت کو دلاسہ دیتے ہوئے فرمایا: "صبر کرو تمہاری مصیبت کے دن گذرنے ہی والے ہیں"۔

اُس عورت نے گھبرا کر کہا کہ: "میری تو خیر ہے تم لوگ شریف ہو میں تمہیں ان کے شر سے بچانے چلی آئی ہوں۔"

حضرت بابا فریدؒ نے مشفقانہ انداز میں فرمایا: "تم ایک سادہ دل عورت ہو۔ ہم فقیرانِ بے نوا تمہارے اس خلوص کو ہمیشہ یاد رکھیں گے۔ ویسے بھی تم یاد رکھو جب تک اللہ کی طرف سے کوئی مصیبت انسان کا مقدر نہ بن جائے تو اس وقت تک دنیا کی کوئی بھی طاقت اسے ذرہ برابر بھی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ اگر تم جوگیوں اور جادوں گروں کے بجائے اپنے دل میں خدا کا خوف پیدا کر لو تو تم بھی محفوظ رہو گی۔ تمہارے بچے بھی اور تمہارے جانور بھی"۔ "تم بھگوان کی بات کر رہے ہو میں تو اُسے روز یاد کرتی ہوں۔ مگر میرے دکھوں میں کوئی کمی نہیں آتی ہے"۔ اس عورت نے جواب دیا۔ بابا فریدؒ نے فرمایا: "تم جس بھگوان کی بات کر رہی ہو وہ تو خود پتھر کا ایک بے جان مجسمہ ہے۔ جو اپنی جگہ سے جنبش بھی نہیں کر سکتا ہے۔ وہ کسی انسان کے بھلا کیا کام آئے گا؟ میں جس خدا کی بات کر رہا ہوں۔ وہ اپنی ذات میں تنہا ہے۔ کوئی اس کا شریک نہیں ہے اور اس قدر قدرت والا ہے کہ ساری دنیا کے انسان مل کر بھی اس کا فیصلہ تبدیل نہیں کر سکتے۔ تم اس خدا کو پکارو وہ تمہیں ان دو چار شر پسند جوگیوں سے نہیں دنیا بھر کے ستم گروں سے نجات دے گا۔" اس گفتگو کے دوران چند عجیب و غریب ہیئت کے لوگوں کو آتا دیکھ کر وہ عورت بولی "یہ اس جادوگر کے چیلے ہیں۔" بابا فریدؒ نے دلاسہ دیتے ہوئے فرمایا: "تمہیں ہراسان ہونے کی ضرورت نہیں میں خود ان کو جواب دے لوں گا۔" جیسے ہی جادوگر کے چیلے بابا فریدؒ اور اس عورت کے نزدیک آئے تو آپؒ نے انہیں بیٹھ جانے کا حکم دیا۔ جادوگر چیلے آپؒ کی بات سن کر بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ان جادوگروں کا گرو اپنے چیلوں کی تلاش میں آیا اور اپنی تمام تر طاغوتی طاقتوں کے ساتھ بابا فریدؒ کے مدمقابل ہونے کی کوشش کی اور ناکام رہا اور معافی مانگنے لگا۔

بابا فریدؒ نے پُر جلال لہجے میں جادو گروں کے گرو کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا: "اگر آئندہ تو نے مخلوقِ خدا کو تنگ کیا تو تجھ پر خدا کی زمین تنگ ہو جائے گی۔"[25]

مندرجہ بالا واقعہ سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ بابا فریدؒ نے دکھی انسانیت تک توحید کا دلکش پیغام نہ صرف مؤثر طریقے سے پہنچایا بلکہ حق و باطل کے فرق کو معاشرتی طور پر اجاگر کرنے کی کوشش کی۔ اس وقت کے عام افراد کے لیے معاشرتی رواداری اور حسنِ سلوک کے اسلامی تصور کی وضاحت اپنے تعلیمی افکار و عمل سے کرنے کی کوشش کی۔ یہ واقعہ حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ کی انسان دوستی آپؒ کے معاشرتی رواداری کے تصور کو پیش کرتا ہے۔ بابا فریدؒ نے اسلامی تعلیمات کو بنیاد بناتے ہوئے اپنے عمل سے مظلوم کی حمایت اور ظالم کو شر سے روکنے اور مظلوم کو اس کے شر سے بچانے کی کوشش کی جو عین اسلامی تعلیمات کی عکاسی کرتی ہیں۔ بابا فریدؒ کا یہ قول و عمل بعد میں آنے والے جدید معاشرے کے لیے جب انسانیت و معاشرتی رواداری کا واضح پیغام ہے۔

محولا بالا واقعہ کے تجزیے سے ایک یہ پہلو بھی نکلتا ہے کہ بابا فریدؒ نے اس وقت پائے جانے والے معاشرتی و طبقاتی تقسیم کو اپنے کردار و گفتار سے یکسر مسترد کیا۔ بابا فریدؒ نے تمام انسانوں کو طبقاتی تقسیم سے بالاتر ہو کر اسلام کا آفاقی پیغام پہنچانے کی کوشش کی تا کہ بین المذاہب پیروکاروں کے درمیان سچ، انصاف و امن، محبت اور بھائی چارے کی فضاء کو عام کرنے کی کوشش کی جا سکے۔ نیز اسلامی نقطہ امن کے خدوخال کو دوسرے مذاہب کے پیروکاروں کے لیے عمدہ ترین مثال کے ساتھ پیش کیا جا سکے۔

بابا فریدؒ نے اس دور میں پائے جانے والے صنفی امتیاز کی نہ صرف واضح طور پر نفی کی بلکہ انسان دوستی کا مظاہرہ کرتے ہوئے آپؒ نے ایک مظلوم عورت کے تحفظ اور معاشرتی حقوق کو یقینی بنایا تھا۔ بابا فریدؒ نے سماجی برائیوں کے خلاف نا صرف آوازِ حق بلند کی تھی بلکہ اپنے عمل سے اہلِ تصوف کی بھی ترجمانی کی جو انسانیت کے جذبے میں خالقِ حقیقی کو تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مندرجہ بالا واقعہ سے اس بات کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ بابا فریدؒ نے اسلامی فکر و فلسفہ اور عقیدہ توحید کے تصور کو دلنشین پیرائے میں بیان کیا اور متاخرین امتِ مسلمہ کو یہ پیغام دینے کی کوشش کی کہ صرف اسلام ہی امن و سلامتی کا راستہ ہے جس پر چل کر ہی انسانیت فلاح کے عروج کا دعویٰ کر سکتی ہے اور پستی و گمراہی سے نکل کر اپنے بامِ عروج کا حصول ممکن کر سکتی ہے۔ بابا فریدؒ کے قول کے مطابق، "خدمت خلق ہی دوریشی کا اہم عنصر ہے۔"[26] خدمت خلق کے بغیر معاشرتی رواداری کا حصول ناممکن ہے۔ بابا فریدؒ نے معاشرتی اصلاح و رواداری کے فروغ کے لیے اپنے اسلاف و پیش رووں کے طریقے اور سب سے اعلیٰ سنت رسول اکرم ﷺ کو اپنایا یعنی فرد کی انفرادی و اجتماعی زندگی و حیثیت میں اصلاح اپنے تعلیمی افکار سے کی تا کہ مسلم معاشرے

کے قیام اور انسانیت کے لیے اس دوررس اثرات مرتب کیے جاسکیں۔

بابا فریدؒ نے معاشرے میں پائے جانے والے سماجی امراض و نفسانی خواہشات کی جانب نا صرف اشارہ کیا بلکہ ان کے موثر تدارک کے لیے بہترین علمی و ادبی نسخہ جات بھی عطا کیے تا کہ معاشرے میں موجود تمام انسان اس سے کماحقہ فائدہ حاصل کر سکیں۔ کتاب جواہر فریدی میں حضرت نظام الدین اولیاء سے منسوب واقعے میں حضرت شیخ بابا فریدؒ گنج شکر کے ملفوظات کو اس طرح قلمبند کیا گیا ہے کہ "چار چیزوں کے بارے میں سات سو مشائخ سے سوال کیا گیا ہے تو سب نے ایک ہی جواب دیا ہے:

۱۔ گناہوں کو چھوڑ دینے والا ہی سب سے زیادہ عقلمند ہے۔

۲۔ دانا حکیم آدمی وہ ہے جو کسی چیز پر غرور نہیں کرتا ہے۔

۳۔ قناعت کرنے والا ہی سب سے زیادہ مالدار و غنی ہے۔

۴۔ تارکِ قناعت ہی سب سے زیادہ محتاج ہے۔"[27]

اس طرح مختلف مواقعوں پر افراد کی تربیت کے لیے بابا فریدؒ فرماتے ہیں کہ:

۱۔ دشمن کو بات چیت اور دلائل سے زیر کرو۔ دوستوں کے دل فیاضی سے جیتو۔

۲۔ علم انکساری کے ساتھ حاصل کرو۔

۳۔ دشمنوں کے تلخ الفاظ پر پریشان نہ ہو۔

۴۔ مذہب کی علم کے ذریعے حفاظت کرو۔

۵۔ بڑا بننے کی خواہش ہے تو حلم اختیار کرو۔

۶۔ "محبت کو تحفہ جانو۔"[28]

مندرجہ بالا فرمودات سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ بابا فریدؒ نے انسانی معاشرے کو نیکی و بدی کے حوالے سے واضح پیغام دیا اور معاشرے میں موجود افراد کو بتایا کہ گناہ، غرور و تکبر اور ترکِ قناعت دراصل انسانی معاشرے کے لیے المیہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور ان تمام برائیوں سے اجتناب کرنا ہی دراصل عین اسلام ہے۔ چنانچہ بابا فریدؒ نے فرمایا کہ: "اگر ساری خلقت کو اپنا دشمن بنانا چاہتے ہو تو متکبر بن جا۔"[29] آپؒ کے تعلیمی افکار کے نزدیک قناعت، شکر اور صبر و تحمل ہی سے انسانی معاشرے میں اسلام کے پیغامِ رواداری کا اعادہ ممکن ہے۔ بابا فریدؒ لوگوں کے ساتھ اس قدر تواضع و اخلاق سے پیش آتے تھے کہ خلقت آپ کے حسنِ سیرت کی گرویدہ ہو جاتی تھی۔" چنانچہ بابا فریدؒ فرماتے ہیں کہ "دشمن کو نیک مشورہ سے شکست دو اور دوست کو تواضع سے اپنا گرویدہ بنالو۔"[30] آپؒ نے انسانیت کو

ذاتی محاسبے کا درس دیتے ہوئے فرمایا کہ "انسان خود اپنے نفس کا معالج ہونا چاہیے۔"[31]

بابا فریدؒ کے اس دور یشانہ طرزِ کلام و تعلیمی افکار نے معاشرتی رواداری کے عمل کو آگے بڑھانے میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ بابا فریدؒ نے معاشرتی رواداری، باہمی تحمل وضبط کے جذبے کو عام کرنے کی کوشش کی۔ "بابا فریدؒ نے ملتان کے مضافات میں علوم باطنی وظاہری کا فیض عام لوگوں تک پہنچانے کی کوشش کی۔"[32] آپؒ فرماتے ہیں کہ "باری تعالیٰ نے اپنے بندوں پر دو نعمتیں نازل کی ہیں، ایک ظاہری نعمت ہے کہ پیغمبروں کو بھیجا ہے دوسری باطنی نعمت ہے کہ ہر انسان کو عقل دی ہے۔ فرمایا اگر کوئی شخص عالم ہے مگر عقل نہیں رکھتا تو علم اسے کچھ فائدہ و نفع نہ دے گا۔ مرید کے لیے ازراہ نصیحت فرماتے ہیں میں نے آثار تابعین میں دیکھا ہے کہ باری تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ ہم ان کو سارے نام سکھائے اور پھر یہی نام انہوں نے فرشتوں کو بتائے۔ حضرت آدمؑ نے اللہ کی نعمتوں میں سے عقل کو اختیار کیا اور فرمایا عقل کے ذریعے علم آتا ہے۔"[33]

بابا فریدؒ کی علمی مجالس میں آپؒ کے کردار، گفتار و عمل سے باہمی اخوت، رواداری، تحمل و شیریں کلامی و انکساری کے جواہر جگمگاتے تھے۔ "ایک مجلس کے دوران ایک قلندر نے حاضرین پر نگاہ ڈالی اور نہایت گستاخانہ لہجے میں حضرت شیخ سے مخاطب ہوا: "فریدؒ یہ کیا تماشہ ہے؟" حضرت بابا فریدؒ نے اپنی روایتی شیریں کلامی سے جواب دیا۔ "مہمان تم کس تماشے کی بات کر رہے ہو؟" "یہی کہ تو نے اپنے آپ نے کو بت بنا ڈالا اور لوگوں سے اپنی پرستش کرواتا ہے۔" قلندر کے لہجے میں گستاخی تھی۔ بابا فریدؒ نے تحمل سے فرمایا: "میں تو ایک عاجزہ بندہ ہوں جو کچھ بنایا ہے خدا نے بنایا ہے۔" قلندر نے کرخت لہجے میں کہا: "نہیں تو نے اپنے آپ کو بت بنایا ہے۔" بابا فریدؒ نے کمال انکسار سے فرمایا: "نہیں دنیا کا کوئی شخص اپنے آپ کو کچھ نہیں بنا سکتا ہے۔ مگر حق تعالیٰ اپنے بندوں میں جسے چاہتا ہے سرفراز کر دیتا ہے۔" "شیخ آپ کے صبر و تحمل پر ہزار آفرین۔ جب تک دنیا رہے گی یہ تحمل باعزت رہے گا۔" قلندر یہ کہہ کر روانہ ہو گیا۔[34]

مندرجہ بالا واقعہ سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ حضرت بابا فریدؒ نے اسلامی تعلیمات کے جواہر جس میں تحمل، انکساری، باہمی برداشت اور معاشرتی رواداری شامل ہیں کو بلا کم و کاست اپنے عمل سے بیان کرنے کی کوشش کی۔ بابا فریدؒ نے اصولِ رواداری اور باہمی برداشت کے زریں اصولوں پر عمل پیرا ہو کر اپنے متابعین اور بعد میں جدید معاشرے کے انسانوں کے لیے ایک مثال کو قائم کرنے کوشش کی۔ تاکہ مثبت و تعمیری تنقید کی مدد سے معاشرے میں موجود افراد کے افعال و اعمال میں بہتری لائی جاسکے اور سماجی برائیوں کے اثرات کو کم کیا جاسکے۔ مندرجہ بالا واقعہ سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ بابا فریدؒ نے انسانی معاشرے میں رہتے ہوئے معاشرے کی اصلاح و

تربیت کے لیے عملی طور پر سعی کی تاکہ معاشرے میں باہمی احترام کی فضاء سے معاشرے میں موجود افراد کو ایک امت کے طور پر جوڑا جاسکے۔ بابا فریدؒ کا طرز عمل اس آیت مقدسہ کی اہم تعلیم ہے: ''اے ایمان والوں اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامو۔ آپس میں تفرقہ پیدا نہ کرو۔''[35]

بابا فریدؒ کے تعلیمی اقوال وافکار میں معاشرتی رواداری کا تصور:

''حضرت بابا فرید کی تقریروں میں ادیبانہ شان ہوتی تھی۔ آپ شاعری کا نہایت ہی اعلیٰ ذوق رکھتے تھے۔''[36] جس کا مظاہرہ جابجا ہوتا تھا۔ آپؒ نے معاشرتی رواداری کے عظیم مقصد ہمیشہ پیش منظر میں رکھا۔ مثلاً کسی عقیدت مند نے آپ کو قینچی نذر کی تو آپؒ نے فرمایا: ''مجھے قینچی کے بجائے سوئی دو۔ میں جوڑتا ہوں کاٹتا نہیں۔''[37] مندرجہ بالا قول بابا فریدؒ کے انسان دوستی کے رویئے کا اظہار ہے۔ آپؒ کے نزدیک تفرقہ کا خاتمہ اور لوگوں کو آپس میں باہم شیر و شکر کرنا ہی دراصل عین خدمت خلق ہے۔ چنانچہ ایک جگہ بابا فریدؒ فرماتے ہیں: ''دین کی علم سے نگہداشت کرو۔ اگر عزت وبلندی کے طالب ہو تو مفلسوں اور شکستہ دلوں کے پاس بیٹھو۔''[38]

حضرت بابا فریدؒ نے اسلامی فکر وتصور پر عمل کر کے اسکی سچی منظر کشی کی تاکہ معاشرے میں موجود ذہنی خلفشار و بے چینی کا خاتمہ کیا جاسکے اور معاشرتی رواداری اور بین المذاہب پیروکاروں میں ہم آہنگی کے جذبے کو سچی انسانیت سے منسوب کیا جاسکے۔ ''آپ نے ملتان کے مضافات میں ایک قصبہ میں سکونت اختیار فرمائی۔ اور وہاں ہزاروں تشنگان علوم باطنی وظاہری آپ کے دریائے فیض سے سیر اب ہوئے۔''[39]

بابا فریدؒ نے ہمیشہ اپنے اقوال وفرمودات انسانی ہمدردی وخلوص پر زور دیا۔ آپؒ نے اخلاقیات کی تعلیم پر بہت زور دیا اور معاشرتی اور نفسانی بیماریوں وخرابیوں سے بچنے کا نام ہی آپؒ کے نزدیک عین معرفت تھا۔ چنانچہ بابا فریدؒ نے ایک جگہ حضرت نظام الدین اولیاءؒ کو اخلاقیات کی تلقین فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''ہر شخص سے خلوص اور ہمدردی کا برتاؤ ہونا چاہیے۔ جس انسان کا دل کینہ، بغض وعداوت سے پاک نہیں ہے وہ معرفت کی راہ میں ناکام رہے گا۔''[40]

بابا فریدؒ نے اپنے ارشادات میں معاشرتی انصاف وعدل، رواداری وسخاوت کا درس دیا تاکہ معاشرے کی اصلاح کے عظیم کارِ خیر کی بنیاد ان اہم آفاقی واسلامی عناصر پر رکھی جاسکے نیز اتحاد بین المسلمین اور بین المذاہب پیروکاروں کے درمیان ایک رابطہ قائم کر کے جدید وفلاحی معاشرے کی تعمیر کی جاسکے۔ بابا فریدؒ نے معاشرے میں موجود افراد کو راستی وامن کا درس دیتے ہوئے یہ قول مبارکہ فرمایا: ''اگر تم ذلیل ورسوا ہونا نہیں چاہتے ہو تو کبھی کسی سے لڑائی نہ کرو۔''[41] مندرجہ بالا تمام ارشادات کا اجمالی تجزیہ کرنے سے یہ بات واضح طور پر سمجھی جاسکتی ہے کہ بابا فریدؒ کے

فرمودات دراصل بعد آنے والے جدید معاشرے اور اس میں موجود افراد کو امن و آتشی کا عظیم درس دیتے نظر آتے ہیں۔ بابا فریدؒ کے یہ ملفوظات دراصل آپؒ کے تعلیمی افکار اور آپؒ کے معاشرتی رواداری کے تصور کی وضاحت کرتے ہیں جن کی بنیاد پر جدید معاشرے کی تعمیر نا صرف ممکن ہے۔ نیز عالمی بھائی چارے کے فروغ میں بھی سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔

بابا فریدؒ کی شاعری میں معاشرتی رواداری کا تصور:

بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ نا صرف اعلیٰ و با مقصد شاعری کا ذوق رکھتے تھے بلکہ انتہائی اعلیٰ پائے کے شاعر بھی تھے۔ آپؒ برصغیر کے ان چند انتہائی عالم و فاضل صوفیائے کرام میں سے تھے جنہوں نے بیک وقت اپنے فرمودات واشعار سے معاشرے کی اصلاح کا کارِ خیر انجام دینے کی کوشش کی۔ بلکہ آپؒ نے شاعری کے ذریعے عشقِ حقیقی، انسانی محبت و امن و آتش کا درس دینے کی کوشش کی تا کہ معاشرے میں موجود افراد کو دائرہ اسلام میں لا کر اسلام کے زرین اصولوں سے انسانیت کو امن و سلامتی، فلاح و باہمی ہم آہنگی سے روشناس کرا کے انسانیت کو اس کے معراج تک پہنچایا جاسکے۔ حضرت بابا فریدؒ فارسی زبان کی اس رباعی کو بڑے ذوق شوق سے پڑھا کرتے تھے۔

میری خواہش ہے کہ میں تیری وفا میں ہمیشہ زندہ رہوں
خاک ہو جاؤں اور پھر تیرے قدموں کے نیچے زندہ رہوں
میں تر ابندہ ہوں اور اس کائنات میں بس تجھی کو چاہوں
تیرے لیے مر جاؤں اور تیری خاطر زندہ رہوں[42]

بابا فریدؒ الدین مسعود گنج شکر جیسا مردِ حق اپنی زندگی میں سادگی، تنہائی و گوشہ نشینی کے دلدادہ تھے۔ آپ شہرت و نمود سے نفرت فرماتے تھے۔ اور عشقِ حقیقی کے تصور کو شہرت و نمو سے پاک کرنے کے لیے کبھی کبھی آپ یہ شعر بھی پڑھا کرتے تھے۔

ہر کہ در بندہ نام آورہ ست　　　خانہ او برون دروازہ است

ترجمہ: جو شخص شہرت و ناموری کا دلدادہ ہوتا ہے قرب خداوندی سے محروم رہتا ہے۔[43]

حضرت بابا فریدؒ انتہائی منکسر المزاج ورواداار انسان تھے۔ انسان اور انسان دوستی کا سبق آپؒ نے ہمیشہ دیا۔ محبت و شفقت کے اظہار کو آپؒ نے پسند فرمایا۔ اپنے مرید صادق حضرت نظام الدین اولیاءؒ کو دیکھتے ہی حضرت بابا فریدؒ نے یہ شعر پڑھا:

اے آتشِ فراقت دل ہا کباب کردہ　　　سیلاب اشتیاقت جاں ہر خراب کردہ

ترجمہ: تیرے فراق کی آگ نے دلوں کو کباب کر ڈالا تیرے شوق کے سیلابوں نے جانوں کو برباد کر دیا[44]

مندرجہ بالا شاعری کے ذوق سے بابا فریدؒ کے ذوقِ محبت کے معیار کا تعین کیا جاسکتا ہے جو سراسر عشقِ حقیقی وانسان دوستی پر مبنی ہے۔ بابا فریدؒ نے بے ثباتی دنیا کو موضوع بناتے ہوئے اپنے پیروکاروں کو عدم تشدد درواداری کا درس کچھ اس طرح سے اپنے مشہور دوھوں دیا ہے:

فریدا ِجت تن برِہ نہ اُپجے، سو تن جا مسان بِرہا بِرہا اکھیئے، بِرہا توں سلطان!

ترجمہ و مفہوم: ''انسان میں اگر محبت اور پریم دوسروں کے لیے نہیں تو وہ ایک طرح سے شمشان کی مانند ہے''[45]

فریدا جالب تانہیہ تالب تا کوڑا مینہہ کچرک جھٹ لگنھایئے چھپر ٹوٹے مینہہ

ترجمہ و مفہوم: ''فرید جہاں لالچ ہے وہاں کیا پیار ہو سکتا ہے، جہاں لالچ ہے وہاں پیار باطل ہے۔ ٹپکنے والے چھپر کے اندر بیٹھ کر کتنا وقت رکا جاسکتا ہے۔''[46]

فریدا خاک نہ نندِیئے خاکو جیڈ نہ کوئے جیوندیاں پیراں تلے مویاں اُپر ہوئے

ترجمہ و مفہوم: ''فرید مٹی کو برا کیوں کہتا ہے، مٹی جیسا کوئی نہیں ہے۔ جیتے جی پیر کے نیچے ہوتی ہے اور مرنے کے بعد اوپر ہوتی ہے۔''[47]

فریدا کالے مینڈھے کپڑے کالا مینڈھا ویس گناہی بھریائیں پھراں لوک کہن درویس

ترجمہ و مفہوم: اس کالے لباس میں اپنے گناہوں کے بوجھ کے ساتھ میں، لوگ مجھے دیکھ کر درویش پکارتے ہیں۔''[48]

فرید جے تے مارن مکیاں، تناں نہ ماریں گھم آپن ڑے گھر جایئے، پیر تناں دے چم

ترجمہ و مفہوم: فرید جو تجھے مکا مارے ان کو اپنے ہاتھ سے نہ مار۔ اس کے گھر جا کر اس کے پاؤں کو چوم[49]

فریداں برے دا بھلا کر غصہ من نہ ہنڈھاء دیہی روگ نہ لگیئ پلے سمجھ کچھ پاءِ

ترجمہ و مفہوم: بروں سے خوش سلو کی طیش سے پرہیز اچھا ہے۔ نہیں آزار جان کچھ بھی جو پلو میں یہ توشا ہے۔''[50]

مندرجہ بالا کلام بابا فریدؒ سے واضح طور پر عدم تشدد و معاشرتی رواداری کا سبق ملتا ہے جو تمام اوقات میں معاشرتی امن وسکون اور نفسا نفسی اور رواداری کے اعلیٰ پیغام کو بنی نوع انسانیت تک پہنچاتی ہے بلکہ معاشرتی رواداری کے عمل کا اعادہ بھی کرتی ہے تاکہ انسانیت کو بار بار معاشرتی حسن وسلوک ورواداری کا پیغام مل سکے۔

ماحصل

برصغیر کے تاریخی پس منظر میں حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ انتہائی ممتاز حیثیت کے حامل ہیں۔ جس کی بنیادی وجہ آپؒ کے وہ تعلیمی افکار ہیں جنہوں نے بنی نوع انسانیت کو ہمیشہ معاشرتی رواداری، اخوت، امن و آشتی کا

عالمگیر پیغام دیا۔ بابا فریدؒ نے سچائی و انصاف، امن اور عالمی بھائی چارے کو نہ صرف انسانی معاشرے میں فروغ دیا بلکہ بھٹکی ہوئی انسانیت نے اس مردِ حق اور اس کے پیر کاروں سے تفریق انسانیت کو نہ صرف رد کرنا سیکھا بلکہ انسانیت کے معیار کا بھی تعین کرنا بھی سیکھا۔ "آپ نے اپنے کلام اور اپنی تعلیمات کے ذریعے اسلامی اعتقادات، اخلاقیات عبادات، معاملات، معاشرت، معیشت، سیاست، عادات، روایات اور رسومات کو اس طرح واضح کیا کہ آج ہماری معاشرتی روایات اور حیات کی بنیاد آپ ہی کے افکار پر ہی قائم و دائم ہے۔ آپ کی تعلیمات کا اثر اور ان کی طرف لوگوں کی کشش اسی طرح ہے۔ جیسے آپ کی ظاہری حیات میں تھی بلکہ اس سے بھی بڑھ کر آپ کی تعلیمات کی اثر آفرینی ہر گزرتے دن کے ساتھ نتیجہ خیز ہو رہی ہے۔"[51] یہی وجہ ہے بھٹکی ہوئی گمراہ انسانیت کو سلسلہ چشتیہ کے اس عظیم فرزند نے اپنے قول و فعل سے معاشرتی رواداری کا بھرپور درس دیتے ہوئے انسانیت کی اعلیٰ رہنمائی کی ہے۔

بابا فریدؒ نے اسلام کے فکر و فلسفہ ء کو اپنے تعلیمی افکار کی بنیاد بنایا تاکہ اسلام کے آفاقی پیغام یعنی سلامتی و امن کو انسانیت تک پہنچایا جاسکے۔ آپؒ نے اسلامی نقطہ امن پر معاشرتی رواداری کے تصور کی بنیاد رکھی تاکہ بین المذاہب پیروکاروں کے درمیاں ہم آہنگی کو فروغ دیا جاسکے۔ بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ نے رشد و ہدایت کے لیے شاعری و تقریر دونوں کو استعمال کیا تاکہ انسانی معاشرے کو زیورِ تعلیم سے آراستہ اور جہالت کی عمیق گہرائیوں سے نکالا جاسکے اور اخوت و بھائی چارے کے جذبے کو عام کیا جاسکے۔ یہی وجہ ہے کہ سرزمین پاکستان میں آپ کا مزار اقدس آج بھی دکھی انسانیت کے لیے باعثِ فلاح ہے۔ نیز ہر طرح کے انسانوں کے لیے آپ کے مزارِ اقدس پر موجودگی آپ کے معاشرتی رواداری کے درس کے کمال کو ظاہر کرتا ہے۔

حوالہ جات

---

[1] محمد مسعود خالد۔ بابا فریدؒ (سائیں فرید گنج شکر کا فلسفہ انسانیت)، لاہور: فکشن ہاوس مزنگ روڈ، ۱۹۹۶ء، ص ۵۹۔

[2] خان آصف۔ اللہ کے سفیر، کراچی: اخبار جہاں پبلی کیشنز۔ ۱۹۹۷ء، ص ۲۵۶۔

[3] ظہور الحسن شارب۔ تذکرہ اولیائے پاک و ہند، لاہور: پروگریسو بکس، ۱۹۹۹ء، ص ۴۴۔۴۵۔

[4] شبیر حسن چشتی نظامی۔ بابا فرید الدین گنج شکرؒ، لاہور: زاویہ پبلشرز، ۲۰۰۲ء، ص ۱۱۔

[5] خان آصف۔ اللہ کے سفیر

[6] انوارِ ضیاء، ادارہ تصنیف و تالیف، کراچی: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۲۰۰۲ء، ص ۲۰۷۔

[7] خواجہ امیر حسن علا سنجری۔ فوائد الفواد، لاہور: الفیصل ناشران و تاجران کتب، ص ۲۷۔

[8] حضرت نظام الدین اولیاءؒ۔ راحت القلوب۔ ملفوظات بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ، ترجمہ ملا واحدی دہلوی، لاہور: ضیاء القرآن پبلیکشن، ص ۱۱۴۔

[9] حضرت بدر الدین اسحاقؒ۔ اسرار الاولیاء۔ ملفوظات بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ، نئی دہلی: فرید بک ڈپو، ص ۸۰۔

[10] محمد مسعود خالد۔ بابا فریدؒ (سائیں فرید گنج شکر کا فلسفہ انسانیت)، ص ۱۰۲۔۱۰۳

[11] مقبول حسین (انگریزی ترجمہ)۔ دوھے بابا فریدؒ، لاہور: مجلس حسین شاہ، ۱۹۶۷

[12] پریمی پرکاشک۔ دوھے بابا فرید جی، دہلی: چاند بک ڈپو کھاری باؤلی

[13] ارتھ سہت۔ دوھے بابا فرید جی، مترجم شوبرت لعل ور من، امرتسر: آزاد بک ڈپو بالبازار

[14] خالد حسین و سیر اسنگھ۔ شلوک شیخ بابا فرید گنج شکرؒ، سری نگر: جموں و کشمیر پنجابی ساہت سبھا، مائسیمہ بازار

[15] خدا داد مونس۔ ترجمان الفریدی، منظوم ترجمہ، جے پور: راجستھان اردو اکادمی، ۱۹۹۴ء، ص ۱۵۔

[16] محمد مسعود خالد، بابا فریدؒ (سائیں فرید گنج شکر کا فلسفہ انسانیت)، ص ۹۴۔

[17] ایضاً۔ ص ۹۵۔

[18] ظہور الحسن شارب۔ تذکرہ اولیائے پاک و ہند، ص ۵۴

[19] انوار ضیاء، ص ۲۰۷۔

[20] شیخ عبد الرحمٰن چشتی۔ مرآۃ الاسرار، تحقیق و ترجمہ کپتان واحد بخش سیال چشتی، لاہور: ناشران و تاجرانِ کتب، ۲۰۰۶ء، ص ۷۵۴۔

[21] ابن ماجہ۔ سنن ابن ماجہ، ابواب کتاب السنۃ، باب: فضل العلماء والحث علی طلب العلم، حدیث ۲۲۴۔

[22] خان آصف۔ اللہ کے سفیر، ص ۲۵۶

[23] شیخ عبد الرحمٰن چشتی۔ مرآۃ الاسرار، ص ۷۵۴

[24] نعیم انور الازہری، شاہدہ تسنیم مغل۔ بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ کی تعلیمات اور ان کی خانقاہی اہمیت، افکار، ج ۲، ش ۱، جون ۲۰۱۸ء، ص ۸۔

[25] خان آصف۔ اللہ کے سفیر، ص ۳۴۴۔۳۴۵۔

[26] ایضاً۔ ص ۳۴۵۔

[27] ملک فضل الدین صاحب نقشبندی مجددی (مترجم)۔ جواہر فریدی تذکرہ فریدیہ، لاہور: تعلیمی پریس، ۱۹۷۷ء، ص ۲۷۹۔

[28] عبد العزیز ہزاروی۔ سفینۃ العارفین، لاہور: مکتبہ العلم، ۲۰۰۲ء، ص ۳۷۳۔

[29] شیخ عبد الرحمٰن چشتی۔ مرآۃ الاسرار، مکتبہ جام نور، دہلی: مٹیا محل جامع مسجد، ص ۱۷۷۔

[30] ایضاً۔ ص ۱۷۷۔

[31] ایضاً۔ ص ۷۵۴۔

[32] عبد العزیز ہزاروی۔ سفینۃ العارفین، ص ۲۴۷۔

[33]نعیم انور الازہری، شاہدہ تسنیم مغل۔ بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ کی تعلیمات اور ان کی خانقاہی اہمیت، ص ۱۳۔

[34]خان آصف۔ اللہ کے سفیر، ص ۳۸۸۔

[35]القرآن۔ سورۃ آلِ عمران آیت ۱۱۵۔

[36]خان آصف۔ اللہ کے سفیر، ص ۳۸۸۔

[37]ایضاً۔

[38]سید محمد بن مبارک کرمانی۔ میر خورد سیر اولیاء، ترجمہ غلام احمد بریاں، لاہور: مشتاق بک کارنر، ۲۰۰۲ء، ص ۱۴۳۔

[39]خان آصف۔ اللہ کے سفیر، ص ۳۸۸۔

[40]خلیق احمد نظامی۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء المعروف محبوب الٰہی، لاہور۔ الکریم اردو بازار، ۲۰۰۲ء، ص ۶۲۔

[41]ایضاً، ص ۱۴۳۔

[42]خان آصف۔ اللہ کے سفیر، ص ۳۷۱۔

[43]شبیر حسن چشتی نظامی۔، بابا فرید الدین گنج شکرؒ، ص ۲۶۔

[44]خان آصف۔ اللہ کے سفیر، ص ۴۲۷۔

[45]پریمی پرکاشک، دوہے بابا فرید جی، چاند بک ڈپو کھاری باؤلی، دہلی، ص ۵۔

[46]ایضاً، ص ۷۔

[47]ایضاً، ص ۹۔

[48]ایضاً، ص ۱۲۔

[49]خداداد مونس۔ ترجمان الفریدی، ص ۲۶۔۲۷۔

[50]ایضاً، ص ۴۰۔

[51]نعیم انور الازہری، شاہدہ تسنیم مغل۔ بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ کی تعلیمات اور ان کی خانقاہی اہمیت، ۲۰۱۸، ص ۲۳۔